قبل اسلام عرب میں لادینی رجحان

عبیداللہ قدسی

ادیان عرب قبل اسلام کی جب ہم تحقیق کرتے ہیں تو ہمیں جاہلیت کی متعدد سندوں سے یعنی جاہلیت کے لہجوں کے تعین سے اور سبائی ، حضرمی ، اوسانی ، قتبانی ، ثمودی ، لحیانی اور معینی مسندوں سے مدد ملتی ہے۔ اگرچہ ان میں اصنام وغیرہ کے ناموں اور اشخاص کے متعلق معلومات سے زیادہ کچھ حاصل نہیں ہوتا لیکن پھر بھی ہماری تاریخوں اور روایتوں میں ان سے اضافہ ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ تاریخیں اور روایتیں تو صرف قبل اسلام کے قریبی اور متصل زمانے کے حالات بتاتی ہیں، جن کا یاد رکھنا آسان تھا ۔ زمانہ قدیم کی تاریخ، روایتیں اور اشعار یادداشتوں سے نکل چکے تھے لہذا مدت دراز اور ازمنۂ قدیم کے متعلق معلومات انہیں نقوش اور کتبات و آثار سے حاصل ہوتی ہیں ۔

اسی طرح یونان و روم کی کلاسیکی تصانیف بھی اچھی معلومات بہم پہنچاتی ہیں۔ لیکن مدت دراز گزر جانے کی وجہ سے ان میں کافی تحریف ہو گئی ہے ۔ اور بعض ناموں کی تحقیق نا ممکن ہو گئی ہے (۱)

مثلاً هیرو ڈوٹس نے لکھا ہے ''فلسطین کے شہروں میں بحر متوسط کے ساحل پر عرب باشندے بت پرست ہیں'' یا اریا نوس Arrianus اوریجینوس Origenus نے دو دیوتاؤں ''ینوسس Dionysos'' اور '' اورانیا Urania'' کا ذکر کیا ہے۔ کہ عرب ان کی پرستش کرتے ہیں (۲) حالانکہ یہ دونوں نام عجمی ہیں اور عرب ان سے بالکل مانوس نہیں ۔

تصورات عرب قبل اسلام کے لئے سب سے مستند اور جامع ماخذ قرآن

شریف ہے، اس لئے کہ اس میں ایام جاہلیت کے ایمان و اعمال کی تفصیل ہے اور انکے مباحثوں اور انکے خیالات کا صحیح مرقع ہے ۔ انکی عبادات اور انکی آراء کا ذکر ہے ۔ انکے معبودوں کے نام اور موطن کا بیان ہے ' ان کے عروج و زوال کی داستان ہے اور انکے کردار کی تفصیل ۔ پھر قرآن شریف میں جو کچھ مختصر بیان ہوا ہے تفاسیر میں اسکی تفصیل ' شرح اور وضاحت ہے اور احادیث بھی ان چیزوں کی کچھ وضاحت کرتی ہیں ۔

اسکے بعد دوسرا مستند ماخذ ادب جاہلی ہے ۔ شعرائے جاہلیت کے اشعار اور مقولات و خطبات ' اور امثال اور قصص قبائل کے انساب اور لڑائیوں کی تاریخ جن کا ادب اور لغات میں ذکر آیا ہے ۔ ان روایات میں بہت زیادہ موضوع اور گھڑی ہوئی روایتیں شامل ہوگئی ہیں اور اشعار میں بھی لوگوں نے بہت کچھ اپنی طرف سے داخل کر دیا ہے ۔ لیکن اہل تحقیق نے تنقید و تبصرہ کے بعد زمانہ جاہلیت کے ادب کو الحاقی ادب و روایات سے الگ کر دکھایا ہے ۔ ہم اس مضمون مین صرف اسی ادب سے فائدہ حاصل کرینگے جس پر کسی کو اعتراض نہیں اور جسے قدیم و جدید تمام محققین نے بالاتفاق مستند قدیم ادب مان لیا ہے ۔

اس کے بعد کتب سیر ' مغازی ' کتب تاریخ اور خاص طور پر تاریخ مکہ اور دوسری عام کتب ہیں جن میں عرب قبل اسلام کا تذکرہ آیا ہے ۔ یا ابتدائے اسلام کی تاریخ بیان ہوئی ہے ۔ اور کفار و مشرکین کا ذکر آیا ہے ۔ اس طرح جو کچھ حالات بیان ہوئے ہین ان سے عرب کے عقائد و اعمال اور خیالات کی واضح شکل سامنے آ جاتی ہے ۔

انسان میں عقیدہ کی عظمت اسی قدر پائی جاتی ہے جس قدر اس کا مطالعہ تخلیق کائنات اور اسرار خفیہ کے متعلق ہوتا ہے ۔ 'گویا عقیدہ اور دینی احساسات کی عظمت کا راز مطالعہ کی عظمت میں پوشیدہ ہے ۔' (۳)

ہم عرب قدیم کے دور جاہلیت میں تصور الوہیت کا مقام تلاش کرنا چاہیں تو ان کے عقائد کا جائزہ لینا ہوگا ۔ اس لیے کہ انسان نے عقائد

کے بارے میں اسی طرح ترقی کی ہے جس طرح اس نے علوم اور صنعتوں میں کی ہے - چنانچہ اسکے اولین عقائد اسکی ابتدائی زندگی کے ہم رنگ تھے - جس طرح کہ اس کی علمی اور صنعتی رفتار تھی اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ انسانی علم و صنعت کی ابتدا ادیان اور عبادات سے کچھ زیادہ ترقی یافتہ نہ تھی -

اصنام کی پرستش کے سلسلہ میں اندازہ ہوتا ہے کہ عرب کے اصنام ' بغیر گھڑے ہوئے پتھر' درخت اور اکثر غیر مصنوعی چیزیں تھیں۔ انکے علاوہ جنوبی عرب کے اصنام میں نقوش اور کتبوں اور آثار قدیمہ سے بھی ابتدائی نشو و نما اور عقلیت کی خام کاریوں کا اندازہ ہوتا ہے - آثار قدیمہ کے متلاشیوں نے تقریبا دو ہزار کتبے اور نقوش جمع کئے ہیں جو اصنام ، معبودوں اور تاریخوں کی نشاندھی کرتے ہیں - (۴)

اسلام سے پہلے دنیا کی کچھ اقوام ' تہذیب و تمدن ' علم و عقیدہ میں بہت آگے بڑھ چکی تھیں - اہل کتاب اپنے مذھب میں فلسفہ کی موشگافیوں دقیقہ سنجیوں سے بھی آشنا ہو چکے تھے لیکن اہل عرب اپنے علم اور مذھب میں ابتدائی نشوونما سے آگے نہیں بڑھے تھے- اگر یہودی اور عیسائی اہل کتاب ایک دوسرے کے مظالم سے تنگ آ کر عرب میں ھجرت کر کے آئے اور یہاں رس بس گئے (۵) تو وہ بھی اپنے دین میں ترقی یافتہ نہیں تھے- (۶) اور وہ اگر کچھ آگے بڑھے ہوئے تھے بھی' تو انکا اثر اہل عرب پر نہیں ہوا - ان سے عربوں نے وہی لیا جس سے وہ مانوس تھے اور جو انکی زندگی کے موافق تھا - چنانچہ یہود کی ثنویت اور بت پرستی کو تو انہوں نے اپنایا - سامی پڑوسیوں کے اصنام کی بھی انہوں نے پرستش کی' لیکن انکی علمی ترقی اور عقلی نشو و نما عربوں تک نہیں پہنچ سکی - عربوں کا ادب' انکی تاریخ' تمدن اور اعمال اور اشغال کا آئینہ دار ہے لیکن عربی کی کوئی نظم ایسی نہیں ہے جس میں یونانیوں یا توریت یا تالمود کے اثرات کا ذرا سا بھی شائبہ ہو - یہودیوں کی دولت ' سیاسی طاقت ان کے صحرا نشینان عرب سے گہرے تعلقات و اتحاد نے عرب کے زمانہ قبل اسلام کے لٹریچر پر کوئی اثر نہیں ڈالا- (۷)

عرب قدیم کی عقلیت تمام ابتدائی اقوام کی طرح ادراک حسی کے درجہ سے آگے نہیں بڑھی تھی۔ چنانچہ نذرین ' چڑھاوے ' اور دیگر عملی شعائر دینی تمام ابتدائی تہذیب کے درجہ کے رسوم تھے۔ ان عبادتوں میں اور عملی طریقوں میں وہی جذبہ کام کر رہا تھا جو ایک محکوم حاکم کے لئے ' خاندان کا ایک فرد اپنے بزرگ کے لیے مطلب براری یا محبت کی خاطر کرتا ہے۔

عرب چونکہ عقلیت کے ابتدائی مدارج میں تھے ان میں ایمان اور عقیدہ کم تھا اور عمل زیادہ تھا۔ یا یوں کہئے کہ رسوم اور دینی شعائر پر عمل پیرا تھے لیکن ان میں نظریہ اور شریعت اور تنظیم کا فقدان تھا۔

ہر مذہب میں غیر محسوس نظریات ہوتے ہیں جو ایمان کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں۔ مگر یہ باتیں غور و فکر کرنے والے لوگوں میں اور دین کے عالموں میں ہوتی ہیں۔ لیکن جزیرہ عرب ان نظریات سے خالی تھا۔ جس قوم میں ایمان ہوتا ہے اور مستحکم عقیدہ ہوتا ہے اس میں خیالات کی گہرائی فلسفہ اور اعلی تمدن پایا جاتا ہے۔ لیکن عرب میں نہ تو فکر بلند کا پتہ چلتا ہے نہ اعلی تہذیب کا نشان ملتا ہے او نہ کسی فلسفہ اور گہرائی کا سراغ چلتا ہے۔ اگر کہیں اشعار میں مقولوں میں کوئی اچھا خیال اور قاعدے کی بات معلوم ہوتی ہے تو یہ انفرادی رائیں ہیں ' ان سے حکم عام نہیں لگایا جا سکتا نہ کسی نظریہ اور دینی تنظیم کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔ (۸)

جدید و قدیم تحقیق سے اب یہ بات واضح ہوکر سامنے آگئی ہے کہ عرب قبل اسلام جاہلیت کے دور میں تصور ماورائے کائنات کو نہیں سمجھتے تھے ، اور حیات بعدالموت کا کوئی صحیح تصور بھی ان کے پاس نہیں تھا۔ یہ لوگ دھر اور اس کی صفات کی الوہیت کے قائل تھے۔ ان کا تخیل اتنا بلند نہیں ہوا تھا کہ وہ اہل فارس کی طرح مادہ کو نور و ظلمت میں تقسیم کرتے۔

جزیرہ عرب میں جب یہودیت و مسیحیت کے اثرات پہنچے تو وہ بھی مسخ

شدہ حالت میں پہنچے اور پھر عرب کی مادی طبیعت نے انہیں بھی اپنے موافق ڈھال لیا - ان کی طبیعت سے یہ زیادہ مناسب تھا کہ وہ بت پرستی کی طرف منتقل ہوجائیں- معنوی اللہ کی طرف متوجہ ہولنا انکی مادی فکر کے لیے ممکن نہیں تھا اس کفر و ظلمت میں اسلام نے مکمل توحید کا تصور پیش کیا اور عرب کی کایا پلٹ دی -

عرب ہیئت اجتماعی اور ہیئت اقتصادی میں تو سامیون سے مختلف ہیں لیکن عادات اور عقائد دینی میں ان کے قریب ہیں (۹) چنانچہ ایک محقق کوک (Coke) بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ بات بالکل مبہم ہے کہ سامی عالم آخرت کے معتقد تھے - ان کے الفاظ یہ ہیں :

"There is certain gloom, morbidity and absence of other—worldliness among Semites" (10)

رھائش اور ہیئت اجتماعی میں انکی فطرت یہ تھی کہ وہ صحرا اور لق و دق ریتلے میدان اور بے آب و گیاہ زمین کے رھنے والے تھے جہاں درخت ناپید تھے ، چشمے اتفاق ھی سے ملتے تھے - ایسے لوگ پہاڑوں کے غاروں میں رھتے ھیں ، تا کہ سورج کی تیزی سے بچیں - نیلے آسمان کے نیچے سفر کرتے ھیں اور ستاروں سے راستہ تلاش کرتے ھیں - انکی اجتماعی زندگی عارضی ھوتی ھے - پہاڑوں کے غاروں کی طرح خیمے بنا لیتے ھیں فصل بہار میں قیام کیا خزاں آتے ھی چل پڑے - ان کے پاس نہ زراعت کے آلات ھوتے ھیں نہ ایسی صنعتیں جو سکون و اطمینان چاھتی ھیں - یہ اپنی روزی کے لیے قدرت پر بھروسہ کرتے ھیں - ایسے لوگ کل پر بھروسہ نہیں کرتے اور نیچر کے علاوہ اور کسی پر غور نہیں کرتے بلکہ قریب پر نظر رکھتے ھیں - ان کی فکر بالکل صاف اور سادہ ھوتی ھے جیسا ریتلا میدان - ان کی باتیں سلجھی ھوئی اور ان کا بیان واضح ھوتا ھے - وہ ھر چیز کا گہرا مشاھدہ کرتے ھیں اور دیکھتے ھیں - اسی لیے انکی نظر تیز ھوتی ھے اور انکی یاد قوی ھوتی ھے - وہ نظر آنے والی چیزوں کے اوصاف میں دقیق باتیں بیان کرتے ھیں - ضرورتیں پوری کرنے میں عجلت

کرتے ہیں اس لیے یہ صحرا والے خیمہ نشین بالکل مادی زندگی رکھتے ہیں اور قوت مشاہدہ میں آریوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ نزار کا قصہ ان کی فطرت سمجھنے کے لیے مناسب ہے۔

جب نزار کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے چاروں بیٹوں ایاد، ربیعہ انمار، اور مضر کو جمع کر کے وصیت کی کہ میری وفات کے بعد تم لوگ اسقف نجران کے پاس جانا وہ عرب کا حکیم اور قاضی ہے۔ چنانچہ جب نزار مر گیا تو یہ لوگ اس کے پاس روانہ ہوئے۔ راہ میں انہوں نے اونٹ کے نشانات دیکھے۔ ایاد نے کہا: یہ بھینگے (احول) اونٹ کے نشانات ہیں۔ مضر نے کہا: دم کٹا اونٹ ہے۔ ربیعہ نے کہا: ترچھا چلنے والا بھی ہے۔ انمار بولا: وہ بھگوڑا بھی ہے۔ اس کے بعد انہیں اونٹ کا مالک ملا۔ اس نے دریافت کیا: کیا آپ نے میرا اونٹ دیکھا ہے؟ ایاد نے اس سے پوچھا: کیا وہ بھینگا ہے: جواب ملا جی ہاں۔ مضر نے کہا کیا وہ دم کٹا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں: غرض سب نے جیسا پوچھا ویسا ہی نکلا۔ آخر اونٹ والے نے کہا: وہ کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم نے تو نہیں دیکھا اونٹ والا ساتھ ہو گیا اور اسقف نجران سے شکایت کی۔ ان لوگوں نے جواب دیا: ہم نے صرف اونٹ کے نشانات دیکھے ہیں۔ اور ان سے اونٹ کی صفات پہچان لیں۔ اسقف نے پوچھا؟ تم نے کیا صفات بیان کیں؟ چاروں نے اپنے نشانات بتا دئیے۔ اسقف نجران نے ایاد سے پوچھا: اسکی کیا دلیل ہے کہ وہ بھینگا ہے؟ کہا: میں نے دیکھا کہ وہ درست آنکھ کی طرف چلتا ہے۔ اور اسپر چارا لدا ہوا ہے۔ مضر سے پوچھا: تمہاری کیا دلیل ہے کہ وہ دم کٹا ہے؟ جواب دیا۔ کہ اسکی مینگنیاں ایک جگہ جمع تھیں اگر دم ہوتی تو اس سے پھیلا دیتا اور وہ بکھر جاتیں۔ ربیعہ سے پوچھا تم نے کیسے جانا کہ و، ترچھا چلتا ہے؟ کہا: اسکے پاؤں ایک دوسرے پر پڑتے ہیں اور کبھی دونوں مخالف پڑتے ہیں۔ انمار سے پوچھا کہ تمہیں اسکے بھگوڑے ہونے کا کیسے علم ہوا؟ جواب دیا کہ اسکے پاوں کے نشانات عموماً رستے سے ہٹ جاتے ہیں۔ میں نے سمجھ لیا کہ اگر کوئی سامنے ہوتا۔ تو یہ راستے سے ہٹ جاتا ہے۔ دوسرے اگر

بھگوڑا نہ ہوتا تو ہم سب اس کو پا لیتے (۱۱)

اپنی قوت مشاہدہ اور تجربات کی بنا پر یہ لوگ عرافہ اور قیافہ میں ماہر تھے لیکن عرافے کا تعلق کہانت سے قطعی نہیں ہے - عرب کا عرافہ یہودیوں کی کہانت سے بالکل مختلف ہے ان دونوں میں بنیادی فرق ہے- کہانت اور رہبانیت خالص روحانی نظریے ہیں اور عرافہ مادی نظریہ ہے جو محسوسات اور علامات سے مستنبط ہے -

(باقی آئندہ)

حوالے

1. *Handbuch*, 1. 182
2. *Arrian* VII. 20, *Origenes, Contra Celsum*, 5. 37
3. عباس محمود العقاد ' "اللہ" طبع مصر' ص ۷
4. *The Universal Jewish Encyclopeadia*, I : 439
5. *Ibid.*
6. *Ibid.*
7. " اخبار الاندلس " - ص ۷۴

   Scot S. P., *History of the Moorish Empire in Europe*, p. 30
8. Robertson, p. 16.
9. " فجر الاسلام " ' ج ۱ ' ص ۱۳ ' طبع ثانی
10. *Religion of Palestine*, p. 36
11. "کتاب التیجان " ص ۲۱۴ ' ۲۱۵
12. اساطیر العربیہ قبل الاسلام- ص ۲۱
13. الملل والنحل للشہرستانی ج ۳ ص ۲۶۲